TAHREER
Journal of Languages & Literature
eISSN:3007-2085
pISSN:3007-2077
تحریر

Vol. 3 No. 4 (2025) **HEC** approved in the **Y** category.

Urdu Language and the Civilizational Conflict after the Creation of Pakistan: A Socio-Cultural Study of Identity

اردو زبان اور تخلیق پاکستان کے بعد تہذیبی بُعد: شناخت کا سماجی و ثقافتی مطالعہ

Muhammad Mujahid Mehmood[1*], Dr Shahida Yusuf[2]
[1]PhD Scholar, Associate Professor[2], Riphah International University, Faisalabad
***Corresponding Email:** mmm.phdriuf@gmail.com
DOI: https://doi.org/10.65827/tahreer.v3i4.73

Abstract

This research analyses the creation of Pakistan as a result of a profound civilizational conflict rather than a mere political shift. For centuries, the Indian subcontinent hosted two distinct social orders—Islamic and Hindu—which maintained divergent beliefs, languages, and worldviews. The study employs a qualitative historical method to examine how the erosion of Muslim political power under British rule and the subsequent rise of Hindu nationalism catalysed the "Two-Nation Theory."

Key findings highlight that the ideological rift was rooted in fundamental contradictions: Islamic egalitarianism versus the Hindu caste system. Significant cultural triggers, such as the Urdu-Hindi controversy and the forced imposition of non-Islamic symbols, intensified the struggle for a separate identity. Furthermore, the paper examines the 1947 partition as a "humanitarian catastrophe," where moral values collapsed into communal violence and mass displacement. This era of "civilizational conflict" (Tehzeebi Awaizish) not only defined the struggle for independence but also shaped the post-partition challenges regarding national language and regional identities. The study concludes that Pakistan's inception was an act of civilizational survival, aiming to preserve the religious, linguistic, and cultural heritage of the Muslims of the subcontinent against assimilation.

Keywords:

Pakistan Movement, Two-Nation Theory, Civilizational Conflict, Cultural Identity, Urdu-Hindi Controversy, 1947 Partition, Socio-Religious Values

Received: 16-10-2025 **Accepted:** 30-12-2026 **Online:** 15-01-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0). Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

برصغیر میں مسلمان حکمرانوں نے صدیوں تک حکومت کی، اور ایک شاندار اسلامی تہذیب قائم کی جس کی جھلک فنِ تعمیر، عدل و انصاف، تعلیم، علم وادب، اور معاشرتی نظام میں دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا اور مغربی نظام مسلط کیا، تو

مسلمانوں کو نہ صرف سیاسی بلکہ تہذیبی طور پر بھی پسماندگی کا سامنا کرنا پڑا قیامِ پاکستان محض ایک سیاسی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک گہری تہذیبی کشمکش کا نتیجہ بھی تھا۔ برصغیر میں ہندو اور مسلمان صدیوں سے ایک ساتھ رہ رہے تھے، لیکن دونوں کی تہذیب، مذہب، رسوم و رواج، زبان، لباس، طرزِ زندگی اور سوچنے کا انداز الگ الگ تھا۔ ان اختلافات نے وقت کے ساتھ ایک تہذیبی خلیج پیدا کر دی۔ مسلمانوں نے اپنی علیحدہ تہذیبی شناخت کو محفوظ رکھنے کے لیے دو قومی نظریہ پیش کیا، جس کی بنیاد پر قیامِ پاکستان کی تحریک شروع ہوئی۔ ہندو اکثریت کی طرف سے مسلمانوں پر ثقافتی و معاشرتی غلبہ ڈالنے کی کوششیں، جیسے ہندی کو قومی زبان بنانے کا مطالبہ، وندے ماترم کی جبری ترویج، اور اسلامی شعائر کی مخالفت، تہذیبی آویزش کی واضح مثالیں تھیں۔ مسلمانوں کو خدشہ تھا کہ اگر ایک متحدہ ہندوستان قائم ہوا تو ان کی دینی و تہذیبی اقدار ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ تہذیبی شناخت کے تحفظ کی خاطر مسلمانوں نے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا، جو 1947ء میں پاکستان کے قیام کی صورت میں پورا ہوا۔ اس طرح قیامِ پاکستان دراصل ایک تہذیبی بقا کی جدوجہد بھی تھی، جو مذہب، ثقافت اور شناخت کے تحفظ کی علامت بنی۔

قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال جیسے رہنماؤں نے دو قومی نظریے کو بنیاد بنا کر واضح کیا کہ مسلمان صرف ایک اقلیت نہیں، بلکہ ایک علیحدہ قوم ہیں جن کی تہذیب، مذہب، زبان، تاریخ، اور اقدار ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں۔ مسلمانوں کی عبادات، خوراک، لباس، اور خاندانی نظام ہندو رسم و رواج سے متصادم تھے۔ ہندو اکثریت کی جانب سے مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر قدغن لگانے کی کوششیں، جیسے گائے کے ذبح پر پابندی، اذان اور قربانی کے خلاف احتجاج، تہذیبی دشمنی کا ثبوت تھیں۔ اسی تہذیبی تصادم نے مسلمانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ ایک ایسا الگ وطن ہونا چاہیے جہاں وہ اپنی تہذیب و ثقافت کے مطابق آزادانہ زندگی گزار سکیں۔

برطانوی دور میں تعلیمی اداروں میں ہندو اثر و رسوخ بڑھتا گیا، نصاب میں ہندو دیومالائی قصے شامل کیے جانے لگے، اور ہندی کو اردو کی جگہ پر مسلط کرنے کی تحریکیں شروع ہوئیں۔ اس لسانی و ثقافتی حملے نے مسلمانوں کی تہذیبی شناخت کو خطرے میں ڈال دیا۔ اردو زبان کو مسلمانوں کی تہذیب، شاعری، ادب، اور فکری سرمایہ کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا۔ جب ہندو اکثریت نے اردو کو ہٹانے کی کوشش کی تو یہ صرف زبان کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ ایک تہذیبی بقا کا مسئلہ بن گیا۔ مسلمانوں نے اسے اپنی تہذیب کے خلاف ایک سازش سمجھا اور بھرپور مزاحمت کی، جو بالآخر تحریکِ پاکستان کی صورت اختیار کر گئی۔

قیامِ پاکستان نہ صرف ایک سیاسی ریاست کا قیام تھا بلکہ یہ تہذیبی بقا اور آزادی کی جیت تھی۔ مسلمانوں نے اپنی تہذیب، مذہب، اور اقدار کی حفاظت کے لیے قربانیاں دیں، ہجرتیں کیں، جانیں نچھاور کیں، اور اپنے خون سے ایک ایسا وطن حاصل کیا جہاں وہ آزادی کے ساتھ اپنے دین، روایات، اور تہذیب کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ پاکستان کے قیام سے یہ ثابت ہوا کہ تہذیب صرف ثقافت کا نام نہیں بلکہ یہ ایک زندہ قوم کی روح ہوتی ہے، اور جب اس روح کو خطرہ لاحق ہو تو قومیں اپنے وجود کی بقا کے لیے ہر قربانی دینے پر تیار ہو۔

اگست ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے ساتھ ہی ہندوستان کی دھرتی پر وحشت اور بربریت کا ایک ایسا طوفان اٹھا جس نے انسانیت کو شرمسار کر دیا۔ تقسیمِ ہند کے فوراً بعد پھوٹنے والے فسادات نے لاکھوں نفوس کو اپنی جڑوں سے اکھڑنے اور ہجرت کی کٹھن راہوں پر نکلنے پر مجبور کر دیا۔ قتل و غارت گری، لوٹ مار اور آتش زنی کے ان لرزہ خیز واقعات نے انسانی معاشرت کے پرخچے اڑا دیے۔ ان مخدوش حالات میں اخلاقی پاسداری اور انسان دوستی کی تمام اعلیٰ قدریں دم توڑ گئیں اور سفاکی نے شرافت کی جگہ لے لی۔ لاکھوں بے گناہ انسان موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، عورتوں کی چادرِ عصمت تار تار ہوئی اور معصوم بچوں کو بے دردی سے لہو میں نہلا دیا گیا۔ انسانوں نے درندگی کی قبا اوڑھ کر اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہولی کھیلی، جس نے تہذیب کے ملمع کو اتار پھینکا اور انسان کی اصل وحشیانہ جبلت کا پردہ چاک کر دیا۔ اسی قیامتِ صغریٰ اور انسانیت سوز المیے کی عکاسی کرتے ہوئے ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں:

"اس قیامت صغری نے مذہب کے نام پر ناموس انسانیت کا جنازہ نکال دیا تہذیب و شرافت کی بنیاد میں ہلا دیں اور کٹھور سے کٹھور اور بے جس سے بے حس انسان کو جھنجھوڑ ڈالا۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں معصوم زندگیوں کی ہلاکت و دربدری اور تہذیبی اخلاقی اور سماجی قدروں کی پامالی نے دلوں میں زخم اور آنکھوں میں ناسور ڈال دیے۔ تخریبی، لاقانونی اور وحشی عناصر نے صدیوں کی ہزاروں سال کی ثقافتی میراث کی نہایت بے دردی سے شکست و ریخت اور خدا کی پیاسی زمین کو اس کے بندوں کا تازہ تازہ گرم خون اس افراط سے چلایا کہ مدتوں تک ابر کرم کے چھینٹوں پر آسمان کی خون فشانی کا گمان رہا۔ اس خونی منظر کو دیکھ ہمارے ادیبوں کا عام لوگوں سے زیادہ متاثر ہونا بالکل فطری تھا کیونکہ اہل قلم کی جماعت ہی قوموں کا اعصابی مرکز ہوتا ہے۔"(1)

ڈاکٹر محمد ذاکر انسان کی وحشت اور بربریت کو فسادات کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں:

"فرقہ وارانہ تعصب اور قتل وغارت کے وہ مظاہرے جو آجکل دیکھنے میں آئے ہیں، شاید مہذب دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال نہ رکھتے ہوں۔ گھر گھر اجڑ گئے، مکانات جلائے اور راکھ کر دیے گئے، اور بے گناہ، ناتواں لوگ در بدر مارے مارے پھرنے پر مجبور ہو گئے۔ سالہا سال سے فرقہ وارانہ منافرت کا کھولا ہوا لاوا ابلا، اور انسانی اقدار شدید خطرے میں پڑ گئیں۔ یہ المیہ اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ سماجی ہم آہنگی اور انسانی اخلاقیات کی بقا کے بغیر معاشرتی زندگی مستقل تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتی ہے۔"(2)

قیامِ پاکستان کے ایام برصغیر کی تاریخ میں نہایت پُرخوف اور تہذیبی آویزش سے بھرپور لمحات تھے۔ ان دنوں جو فرقہ وارانہ تعصب اور قتل وخون کے مظاہرے دیکھنے میں آئے، ان کی مثال شاید ہی دنیا کی کسی مہذب تہذیب کی تاریخ میں ملتی ہو۔ یہ المیہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ مذہبی، سماجی اور سیاسی کشمکش انسانی زندگی اور معاشرتی اقدار کو کس حد تک خطرے میں ڈال سکتی ہے۔

سالہا سال سے پکتی ہوئی منافرت کا لاوا اچانک ایسی شدت سے پھٹا کہ بستیاں اُجڑ گئیں، گھر کے گھر ختم ہو گئے، اور انسانیت کی

بنیادی قدریں خطرے میں پڑ گئیں۔ ہجرت کے کارواں لاشوں کے ڈھیر بن گئے، بے گناہ لوگ اپنے ہی وطن کی سرزمین پر در بدر مارے مارے پھرنے پر مجبور ہو گئے۔ کہیں مکان جلا کر راکھ کیے جا رہے تھے اور کہیں مسافر ٹرینیں خون میں نہلا دی جاتیں۔ یہ پوری صورتِ حال دراصل اس تہذیبی آویزش کا نتیجہ تھی جس نے ہندو مسلم تعلقات کو نصف صدی تک جکڑے رکھا تھا۔ دونوں قوموں کے سماجی، مذہبی، سیاسی اور تہذیبی تصورات ایک دوسرے سے اس قدر متصادم ہو چکے تھے کہ تقسیم ناگزیر ہو گئی۔ قیامِ پاکستان محض ایک سیاسی واقعہ نہ تھا بلکہ دو مختلف تہذیبی شناختوں کے باہمی تصادم کا منطقی نتیجہ تھا، جس نے تاریخ کے صفحات پر وہ ایسے رقم کیے جو آج بھی اجتماعی حافظے کا حصہ ہیں اور جنھوں نے جنوبی ایشیا کی تہذیبی تشکیل پر دیرپا اثرات چھوڑے۔ تہذیب کو عام طور پر انسانی زندگی کے ان اعلیٰ پہلوؤں کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے جو اس کی فکر، عقیدہ، رہن سہن، لباس، زبان، اور فنون میں ظاہر ہوتا ہے۔ برصغیر کی تہذیب میں ہندو دھرم اور اسلام دونوں نے گہرے اثرات ڈالے، مگر ان کے درمیان نمایاں تضادات موجود تھے:

> "ہندو تہذیب کی اساس ذات پات، توہمات، اور نسلی تفریق پر تھی۔ اسلامی تہذیب مساوات، توحید، اور اخوت کے اصولوں پر قائم تھی۔"(3)

قیامِ پاکستان کی جدوجہد دراصل دو متضاد تہذیبوں کے طویل تصادم کا نتیجہ تھی۔ برصغیر میں ہندو تہذیب کی اساس صدیوں سے ذات پات، نسلی اونچ نیچ، اور مذہبی توہمات پر قائم رہی تھی، جس میں انسان کی قدر اس کے پیشے اور برادری کے مطابق متعین کی جاتی تھی۔ اس کے برعکس اسلامی تہذیب مساوات، توحید اور انسانی اخوت کے اصولوں پر مبنی تھی، جہاں رنگ، نسل، پیشہ اور ذات کسی شخص کی فضیلت کا معیار نہیں تھے۔ یہی تہذیبی فرق وقت کے ساتھ گہری خلیج میں بدل گیا اور دونوں معاشروں کے رہن سہن، اجتماعی رویوں اور سماجی نظاموں کو ایک دوسرے سے دور لے گیا۔ جب مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ان کی دینی و تہذیبی شناخت اکثریتی نظام میں دب جائے گی، تو انھوں نے علیحدہ ریاست کے مطالبے کو اپنی بقا کا راستہ سمجھا۔ فرقہ ورانہ کشیدگی، سیاسی محرومی، اور سماجی امتیاز نے اس تصور کو مزید تقویت دی۔ چنانچہ قیامِ پاکستان محض سیاسی علیحدگی نہیں تھی بلکہ ایک ایسی تہذیب کے تحفظ کا اعلان تھا جو مساوات پر یقین رکھتی تھی اور جو ذات پات کے متعصب ڈھانچے میں سانس نہیں لے سکتی تھی۔ یہی تہذیبی آویزش بالآخر نئے ملک کے وجود کا محرک بنی۔ ہندو اور مسلمان نہ صرف مذہبی طور پر مختلف تھے بلکہ ان کی زبان، خوراک، لباس، عبادات، تہوار، اور سماجی ڈھانچے میں بھی نمایاں فرق تھا:

> "ہندو گائے کی پوجا کرتے تھے، جبکہ مسلمانوں کے لیے گائے قربانی کا جانور تھی۔ ہندو ذات پات کے نظام کو مقدس مانتے تھے، جبکہ اسلام میں تمام انسان برابر ہیں۔"(4)

قیامِ پاکستان کا پس منظر دراصل برصغیر میں بسنے والی دو مختلف تہذیبوں کے مسلسل اور گہرے تصادم سے جڑا ہوا تھا۔ ہندو معاشرہ گائے کو مقدس سمجھ کر اس کی پوجا کرتا تھا، جبکہ مسلمانوں کے نزدیک گائے قربانی کا جانور تھی اور مذہبی عبادات کا حصہ۔ اس بنیادی فرق نے دونوں قوموں کے درمیان نہ صرف مذہبی تناؤ کو بڑھایا بلکہ روزمرہ معاشرت میں بھی شدید اختلافات پیدا کیے۔ اسی طرح ہندو

سماج میں ذات پات کا نظام صدیوں سے ایک مقدس روایت کے طور پر قائم تھا، جس میں انسان کی عزت اور مقام اس کی ذات کے مطابق طے ہوتا تھا۔ اس کے برعکس اسلامی تہذیب کا بنیادی اصول یہ تھا اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسان اللہ کے نزدیک برابر ہیں، اور کوئی بھی فرد اپنی ذات، نسل یا معاشرتی طبقے کی بنا پر دوسروں سے کمتر نہیں جانا جا سکتا یہی نظریاتی اور تہذیبی تضادات وقت کے ساتھ مزید گہرے ہوتے گئے اور ایک ایسے ماحول کو جنم دیا جس میں مشترکہ قومی زندگی ناممکن دکھائی دینے لگی۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اپنی تہذیبی اور مذہبی شناخت کے تحفظ کے لیے الگ وطن ضروری ہے۔ چنانچہ یہی تہذیبی آویزش قیامِ پاکستان کے مطالبے کی اصل بنیاد بنی اور نئی ریاست کے وجود کو ناگزیر بنا دیا۔

> "مسلمانوں کو یہ احساس ہو چلا تھا کہ اگر انہیں ایک الگ ریاست نہ ملی، تو وہ ہندو اکثریت کے غلبے میں اپنی تہذیب، دینی تشخص، اور ثقافت سے محروم ہو جائیں گے۔"(5)

قائدِ اعظم محمد علی جناح نے 22 مارچ 1940ء کو دہلی میں فرمایا:

> "ہندو اور مسلمان دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی روایات، مذاہب، تاریخ اور ہیروز جدا جدا ہیں، اس لیے ان کا ایک قوم بن کر رہنا ممکن ہے۔"(6)

اردو زبان، تہذیبی شناخت کی علامت بن گئی تھی۔

> "اردو زبان مسلمانوں کی تہذیبی شناخت بن چکی تھی۔ ہندو طبقے نے "ہندی" تحریک شروع کر کے اردو کو دیونا گری رسم الخط میں لکھنے کا مطالبہ کیا۔ یہ کشمکش محض لسانی نہیں بلکہ تہذیبی نوعیت کی تھی۔"(7)

برصغیر میں قیامِ پاکستان کی جدوجہد صرف سیاسی یا معاشی محرومیوں کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے ایک گہری تہذیبی آویزش کارفرما تھی، جس کی جھلک لسانی میدان میں بھی نمایاں نظر آئی۔ اردو زبان مسلمانوں کی تہذیبی شناخت کا بنیادی ستون بن چکی تھی۔ اس زبان میں اسلامی تاریخ، دینی علوم، صوفیانہ روایت، مسلم ادب اور مشترکہ معاشرت کا پورا ورثہ محفوظ تھا۔ دوسری طرف ہندو طبقے نے ''ہندی'' تحریک شروع کر کے اردو کو دیونا گری رسم الخط میں لکھنے کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ محض زبان کی تبدیلی کا نہیں تھا بلکہ ایک تہذیبی شناخت کو مٹانے کی کوشش سمجھا گیا۔ اردو—ہندی تنازع نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ دونوں قومیں اپنی تہذیبی اساسات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مسلسل دور ہوتی جا رہی تھیں۔ مسلمانوں کے لیے اردو کا دفاع اپنی مذہبی، ادبی، اور ثقافتی وراثت کے تحفظ کے برابر تھا، جبکہ ہندی تحریک اس روایت کو غیر مسلم شناخت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش تھی۔ اس لسانی کشمکش نے یہ احساس مزید گہرا کر دیا کہ ایک متحدہ ہندوستان میں مسلم تہذیب کو نہ تو آزادی مل سکتی ہے اور نہ ہی اس کی بقا ممکن ہے۔ نتیجتاً یہی تہذیبی آویزش قیامِ پاکستان کے مطالبے کی فکری بنیادوں میں شامل ہو گئی۔ اردو کو قومی زبان تسلیم کرنے کے بعد دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ امتیاز برتا گیا۔

> "اردو کے فروغ کی پالیسی نے دیگر زبانوں کو دیوار سے لگا دیا، جس سے سندھی اور پشتون ادبی حلقوں میں شدید

رد عمل پیدا ہوا۔"(8)

پاکستان میں اردو کے فروغ کی پالیسی نے نسلی و قومیتی تہذیبی آویزش کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اردو کو قومی زبان کے طور پر فروغ دینے کے اقدامات نے دیگر علاقائی زبانوں، جیسے سندھی اور پشتو، کو پسِ منظر میں دھکیل دیا، جس سے مقامی ادبی اور ثقافتی حلقوں میں شدید ردعمل پیدا ہوا۔ سندھی اور پشتون ادبی حلقوں کا موقف تھا کہ ان کی زبان، ثقافت اور ادبی ورثہ نظرانداز کیا جا رہا ہے، اور انہیں قومی سطح پر اپنا حق ادا کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا۔ اس صورتحال نے نہ صرف لسانی کشیدگی کو بڑھایا بلکہ نسلی اور ثقافتی شناخت کے تحفظ کے لیے حساس ردعمل کو بھی جنم دیا۔ زبان کسی بھی قوم یا گروہ کی تہذیبی شناخت کا بنیادی ستون ہوتی ہے، اور اس کی تضحیک یا نظراندازی نسلی و قومیتی آویزش کو فروغ دیتی ہے۔ اردو کے فروغ کی پالیسی نے مقامی تعلیمی اداروں، ادبی محافل اور ثقافتی پروگراموں میں بھی تناؤ پیدا کیا اور صوبائی سطح پر ثقافتی تحفظات کو بڑھایا۔ نتیجتاً یہ پالیسی پاکستان میں نسلی و قومیتی اختلافات کے ساتھ ساتھ تہذیبی آویزش کے پیچیدہ مسائل کی بنیاد بنی، جس نے ملک کے سماجی اور ثقافتی توازن پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔

حوالہ جات

1. ڈاکٹر سہیل بخاری: "ناول نگاری اردو ناول کی تاریخ و تنقید" مکتبہ میری لائبریری، لاہور، 1966ء، ص 232-233
2. ڈاکٹر محمد ذاکر: "آزادی کے بعد ہندوستان کا ادب" مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دہلی، 1981ء، ص 69
3. مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: "مسئلہ قومیت" ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1998ء، ص 22-27
4. ڈاکٹر صفدر محمود: "پاکستان کیوں بنایا گیا؟" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2006ء، ص 85
5. ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: "مسلمانانِ برصغیر کی تاریخ" ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1989ء، جلد دوم، ص 308، 302
6. Muhammad Ashraf, Speeches and Writings of Mr. Jinnah, Vol. I, Lahore, 1960, P 413
7. ڈاکٹر غلام حسین ساعدی: "اردو کا تہذیبی پس منظر" انجمن ترقی اردو، کراچی، 1995ء، ص 74-88
8. ڈاکٹر جمیل جالبی: "پاکستان: ثقافت اور قومی یکجہتی" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1992ء، ص 87

Roman References

1- Bukhārī, Suhayl. (1966). *Nawāl nigārī: Urdū nawāl kī tārīkh o tanqīd*. Maktabah Merī Library. pp. 232–233.
2- Zākir, Muhammad. (1981). *Āzādī ke baʿd Hindustān kā adab*. Maktabah Jāmiʿah Limited. p. 69.
3- Mawdūdī, Abū al-Aʿlā. (1998). *Masʾalah-i qaumiyyat*. Idārah Tarjumān al-Qurʾān. pp. 22–27.

4- Mahmūd, Safdar. (2006). *Pākistān kyūṅ banāyā gayā?* Sang-e Meel Publications. p. 85.
5- Quraishī, Ishtiyāq Ḥusain. (1989). *Musalmānān-i Barri-Ṣaghīr kī tārīkh* (Vol. 2). Idārah-yi Saqāfat-i Islāmiyyah. pp. 302, 308.
6- Ashraf, M. (1960). *Speeches and writings of Mr. Jinnah* (Vol. 1). Lahore. p. 413.
7- Sāʿidī, Ghulām Ḥusain. (1995). *Urdū kā taḥdhībī pas-manẓar*. Anjuman Taraqqī-yi Urdū. pp. 74–88.
8- Jālibī, Jamīl. (1992). *Pākistān: Saqāfat aur qaumī yakjahatī*. Muqtadirah Qaumī Zabān. p. 87.